مکافات عمل سیدہ منیاں عروج

پیسہ فی زمانہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے لیکن پیسہ اگر حرام راستوں سے کمایا جائے تو اکثر یہ تباہی اور بربادی کا باعث بن جاتا ہے۔ پیسہ کمانے کے لیے انسان جب غلط راستوں پر اندھا دھند بھاگتا ہے تو تقدیر کی ٹھوکر ہی سے سنبھلنے کا موقع ملتا ہے اگر نہ سنبھلے تو پھر مکافات عمل شروع ہو جاتا ہے جس کے لیے انسان پہلے سے کبھی بھی تیار نہیں ہوتا۔

☆☆

شام کے چھ بج رہے تھے۔ سردیوں کی شاموں کا ملگجا سا سرمئی اندھیرا آہستہ روی سے ہر چیز، ہر منظر کو اپنے رنگ میں رنگتا جا رہا تھا۔ ہر کسی کو اپنے گھر پہنچنے کی جلدی تھی۔ سڑک پر ایک دھکم پیل جاری تھی۔ سڑکوں پر لگے نیون سائن بورڈز اور اسٹریٹ لائٹ روشن ہونا شروع ہو چکی تھیں جنہوں نے تاریکی کو اپنے اندر ضم کر لیا تھا۔

سڑک کے کنارے کھڑے عاصم نے ہر چیز کو بے نیازی سے دیکھا اور اپنی نظریں دوبارہ سے بائیں جانب مرکوز کر دیں۔ وہ دائیں کندھے پر موجود بیگ کو بار بار چیک کر رہا تھا۔ اس کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ اس کو کسی کا بے چینی سے انتظار ہے۔ اس کے اندر ایک عجیب سی کشمکش اور پکڑ دھکڑ جاری تھی۔

عاصم تم بہت غلط کرنے جا رہے ہو، اپنے ملک کی جڑیں کھوکھلی کرنے لگے ہو۔ تم جیسے لوگوں کو جانتے ہو کیسے لفظوں سے یاد کیا جاتا ہے؟ غدار، نمک حرام، ملک کی نسل کے دشمن۔ اس کے اندر سے جیسے کوئی آواز ابھری۔ اس آواز نے اس کے چہرے پر اذیت کی لکیریں کھینچ دیں۔ اس نے بے چینی سے اپنے دائیں کندھے سے لٹکے بیگ کو بائیں شانے پر منتقل کیا۔ بیگ کا بوجھ اسے اپنی روح پر پڑتا محسوس ہو رہا تھا۔

تم جانتے ہو اس بیگ کے اندر کیا ہے۔ آواز ایک بار پھر ابھری۔ زہر ہے اس کے اندر وہ زہر جو رگوں میں شامل ہو کر انسان کو اذیت ناک زندگی سے دوچار کر دیتا ہے۔ اسے اپنوں سے دور کر دیتا ہے۔ تم ایک زہر فروش بننے جا رہے ہو۔ بکواس نہ کرو۔ میں کچھ نہیں جانتا، سوائے اس کے کہ میرے گھر میں اس وقت میرے بھائی بہن تین وقت کے بھوکے ہیں۔ میرا باپ بیمار ہے اور میری ماں ہر روز امید کے دیے اپنی آنکھوں میں روشن کر کے میری راہ تکتی ہے کہ کب میں آؤں گا اور گھر کا چولھا جلے گا۔

اس کے علاوہ کچھ اور نہیں سوچ سکتا ہوں، نہ میں کچھ اور سوچنا چاہتا ہوں۔

''ضمیر کی آواز نے ایک اور چرکا لگایا۔ یہی بہن بھائی، ماں باپ تمہیں کن نظروں سے دیکھیں گے جب انہیں یہ معلوم ہوگا کہ تم کیا کام کرتے ہو۔''

''میں انہیں کبھی معلوم نہیں ہونے دوں گا کہ میں کیا کام کرتا ہوں۔ اب دفع ہو جاؤ یہاں سے۔''

اپنے ضمیر کے ساتھ لڑتے ہوئے اسے معلوم نہ ہو سکا کہ کب ایک بلیک مرسڈیز اس کے پیروں کے قریب آ کر چرچرائی۔ گاڑی کی آواز سے اس نے چونک کر دیکھا۔ اندر سے کسی نے اس کے لیے دروازہ کھول دیا۔ وہ چپ چاپ اپنا بیگ سنبھالتا ہوا گاڑی کے اندر بیٹھ گیا۔ ہیٹر کی پُر حدت فضا میں باہر کی سردی کچھ کم لگ رہی تھی۔ سکون آمیز حرارت سے گاڑی کی قیمت کا اندازہ ہو رہا تھا۔

اس نے ایک لمبی سانس کھینچ کر اپنے اندر کی رکی ہوئی گھٹن کو باہر نکالا اور ایک نظر اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص پر ڈالی جس کو دیکھ کر عاصم خود بخود ہی اس سے مرعوب ہو گیا۔

سیاہ سوٹ کے ساتھ رات کے وقت بلیک گلاس لگائے وہ شخص اسے پہلی نظر میں ہی مشکوک لگا حالاں کہ مشکوک تو وہ خود بھی تھا۔ غلط کام تو وہ بھی کرنے جا رہا تھا۔

مال لائے ہو اس شخص کی بارعب اور گمبھیر آواز گاڑی کی مرتعش فضا میں گونجی۔

عاصم کا سر خود بخود ہاں میں ہل گیا۔ سیٹھ ارمان نے بتایا تھا کہ تم نئے نئے شامل ہوئے ہو ہمارے گینگ میں۔ اب کی بار پھر اس نے سر ہلا کر جواب دیا۔

سیٹھ ارمان نے بتا تو دیا ہوگا لیکن میں بھی ایک بار دہرا دوں۔ ہمارے گروہ میں جو بھی غداری کرتا ہے۔ ہم اس کے خاندان تک کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتے ہیں۔ ہمارے کاروبار کا ایک ہی اصول ہے۔ ایمانداری۔ جب تک ایمانداری سے چلو گے تب تک تم سمجھنا کہ قسمت تم پر مہربان ہے لیکن جس دن تمہارے ذہن میں غداری کا خیال بھی آیا تو تم..... سمجھ رہے ہو ناں؟ اس شخص نے سفاک لہجے میں اپنی بات مکمل کر کے اس کی جانب دیکھا۔

عاصم نے خوف کے مارے تھوک نگلتے ہوئے صرف ہاں میں جواب دیا۔ مال کھول کر دکھاؤ۔ اس نے بیگ کھول کر اس کے سامنے کر دیا۔ سیاہ سوٹ والے شخص نے بیگ میں ہاتھ ڈال کر ایک سفید رنگ

کی پڑیا نکالی اور اسے کھول کر اپنی ناک کے قریب لے جا کر ایک لمبی سانس لی۔ ہوں، سیٹھ ارمان کا مال ہمیشہ ایک نمبر ہوتا ہے اسی لیے تو ہماری ہر ڈیل اسی کے ساتھ ہوتی ہے۔ مال کو سراہتے ہوئے اس نے پڑیا بیگ میں رکھ کر اس کی زپ بند کر دی اور اپنے سائیڈ میں رکھا ہوا بریف کیس اٹھا کر عاصم کو دیتے ہوئے بولا۔

''اسے کھول کر چیک کر لو۔ پورے ستر لاکھ ہیں۔ چاہو تو گن لو۔''

''گننے کی ضرورت نہیں ہے۔ سیٹھ ارمان کی ڈیل ہوئی ہے آپ کے ساتھ اور سیٹھ ارمان کسی ناقابل اعتبار بندے کو اپنے قریب نہیں آنے دیتا۔ جب سیٹھ صاحب کو آپ پر بھروسہ ہے تو میں رقم کیسے گن سکتا ہوں۔ اس کے لیے تو ان کا اعتبار ہی کافی ہے۔''

یہ بات سن کر اس شخص کے چہرے پر ستائش کے رنگ بھرے۔ تم تو خاصے عقلمند ہو۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ تمہیں شاید بولنا بھی نہیں آتا ہے۔ تم اس سیٹھ کے ہتھے کیسے چڑھ گئے۔ اس کو بھی شاید عاصم میں دلچسپی محسوس ہوئی۔

''غریب انسان ہوں جی اور غریب کی تو ضرورتیں بھی مجبوریاں بن جاتی ہیں۔ بس میری بھی مجبوریاں مجھے سیٹھ ارمان کے پاس لے گئی تھیں۔ یہ ان کی مہربانی ہے کہ انہوں نے مجھے کام پر رکھ لیا۔''

ویسے مجھے مہندر چندانوپ کہتے ہیں اگر میری کبھی ضرورت پڑے تو مجھے ضرور یاد کرنا۔ اس نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک کارڈ نکال کر اس کی جانب بڑھا دیا۔ جسے عاصم نے بلاوجہ پکڑ لیا۔

کہاں اتاروں تمہیں؟ مہندر چند نے کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے اس سے پوچھا۔ یہیں کسی قریبی بس اسٹاپ پر اتار دیں۔ ڈرائیور نے گاڑی نزدیکی بس اسٹاپ کے قریب روک دی۔ بریف کیس کو احتیاط سے پکڑ کر اس نے ایک الوداعی مسکراہٹ اس پر ڈالی اور باہر نکل گیا۔

اپنے گھر کا پرانا سا دروازہ کھولتے ہوئے آج اس کے چہرے پر کوئی پشیمانی یا ندامت نہیں تھی جو کہ روز کا معمول بن چکی تھی۔

آج اس کے چہرے پر فتح مندی کے آثار تھے۔ اگرچہ دل میں لعنت و ملامت کا سلسلہ جاری تھا لیکن آج اس کی جیبوں میں ہزاروں نوٹ بھرے ہوئے تھے اور دونوں ہاتھ گھر کے لیے کی گئی شاپنگ سے جھکے جا رہے تھے تو اس کے آگے ضمیر کی کیا حیثیت۔ اس نے صحن میں کھڑے ہو کر دو تین آوازیں لگائیں تو اکلوتے کمرے سے اس کی چھوٹی بہن باہر نکل آئی۔ اس کے ہاتھوں میں کھانے پینے کا سامان

دیکھ کر اس کے منہ سے خوشی کے مارے چیخ نکل گئی۔ بھائی اتنا کچھ کہاں سے آیا؟ کوئی نوکری مل گئی ہے کیا؟

اس کی آواز سن کر اماں اور دونوں بھائی بھی باہر نکل آئے۔ بیٹا یہ سب؟ اماں کے چہرے پر یہ سب دیکھ کر فکر مندی کے آثار ابھرے۔

اماں میں نے آپ کو بتایا تو تھا۔ دوائیوں کی بہت بڑی کمپنی ہے۔ ہر روز مال سپلائی کرنا ہے ہر روز کا کمیشن ملا کرے گا۔ اس نے ماں کو مطمئن کرنے کے لیے ایک جھوٹ گھڑ لیا۔ جسے سن کر اماں مطمئن ہوئی نہ ہو لیکن عاصم کے چہرے پر اطمینان جھلکنے لگا۔ یہ دیکھ کر اس کے بہن بھائی بہت خوش تھے۔ ضمیر کی چبھن اور دل کا بوجھ بھی اس وقت نجانے کہاں سو گیا تھا۔

بھائی اب میرا ایڈمشن بھی کالج میں کروا دیں گے ناں۔ اریبہ نے لاڈ سے اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر اپنی خواہش بیان کی۔

''ہاں''

''سچ بھائی اریبہ کی حیرت سے آنکھیں کھل گئی تھیں۔''

ہاں بالکل سچ بس تھوڑا سا وقت چاہیے۔ عاصم کی آنکھوں میں ایک عزم اور فتح کی چمک تھی مگر ضمیر اپنا کام ساتھ ساتھ کر رہا تھا۔ ہر غلط قدم اٹھنے پر روک رہا تھا۔ کانٹوں بھری راہ گزر کو پھولوں کا راستہ سمجھ کر اس نے، اس راستے پر اپنے قدم رکھ دیے اور اندھا دھند بھاگنا شروع کر دیا۔

وقت بھی ساتھ ساتھ دوڑ رہا تھا، تاکہ اپنا وعدہ سچ کر دکھائے۔

☆☆

''یار اریبہ سر آصف کے پیریڈ میں تو بندہ بور ہو جاتا ہے۔ ایک تو ان کی پرسنالٹی ماشاءاللہ ہے اور اوپر سے یہ لمبے لمبے لیکچر مجھے تو نیند آنے لگتی ہے۔ گراؤنڈ میں بیٹھی تانیہ گھاس نوچ کر اپنے خیالات کا اظہار کر رہی تھی۔''

''نہیں مجھے تو ایسا کچھ نہیں لگتا۔ وہ تو اتنی تفصیل سے سمجھاتے ہیں کہ کوئی بھی پوائنٹ مس نہیں ہوتا۔ ذہن میں نقش ہو جاتا ہے۔ زولوجی کے لاسٹ تھری کانسپٹ پریکٹیکل کے ساتھ کس قدر آسانی سے سمجھائے تھے۔ گروپ کی تمام لڑکیاں ہی مطمئن ہو گئی تھیں۔''

''تم سارا دن بور نہیں ہوتی پڑھائی کر کے تانیا کتابٹ بھرے لہجے میں بولی۔''

''پڑھائی میں کیسی بوریت یہ تو انسان کی زندگی کو روشن کر دیتی ہے۔ جہالت کے اندھیروں سے بڑا بھی کوئی اندھیرا ہے بھلا۔'' اریبہ کی بات پر تانیہ خجل ہو کر بولی۔ تم تو نصیحت شروع کر دیتی ہو۔ نصیحت بی بی اچھا یہ بتاؤ فارغ وقت میں کیا کرتی ہو؟

فارغ وقت میں کیا کرنا ہے شاعری کی کتابیں پڑھتی ہوں یا پھر کوئی ناول وغیرہ۔ لیکن تم کیوں پوچھ رہی ہو؟

''توبہ ہے اریبہ تم تو کتابوں کا کیڑا بن کر رہ گئی ہو۔ ہائی سوسائٹی میں موو کرنے والی اور سوچ تمہاری کسی لوئر مڈل کلاس کی لڑکی کی طرح ہے۔ تانیا کابھوں چڑھاتی ہوئی بولی۔''

''میری سوچ تو اسی طرح کی ہے۔ اب اگر کسی کو اس پر اعتراض ہے تو میں کیا کروں۔'' اریبہ نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

''تمہاری کسی لڑکے سے دوستی ہے؟'' تانیہ نے رازداری سے اس کے قریب ہو کر پوچھا۔ جب کہ اریبہ اس کی بات سن کر بدک کے پیچھے ہٹی۔ ہرگز نہیں میں ایسے فضول کام نہیں کرتی ہوں۔ شفاف ماتھے پر ناگواری سے شکنیں بنی ہوئی تھیں۔

چلو چھٹی ہوئی۔ لڑکے سے بھی دوستی نہیں ہے۔ اچھا میں تمہیں ایک چیز دیتی ہوں۔ پہلے تم یہ بتاؤ کہ تمہارے روم میں وی سی آر ہے۔

وی سی آر اور وہ بھی میرے روم میں امی جوتے لگائیں گی۔ میرے کمرے میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔ ہاں ٹی وی لاؤنج میں ضرور رکھا ہوا ہے۔ بھائی فلم وغیرہ دیکھتے ہیں۔

گڈ بہت اچھی بات ہے۔ تم ایسا کرو یہ گھر لے جاؤ اور اپنے وی سی آر پر لگا کے دیکھنا۔ اپنے بیگ میں سے ایک بڑا سا خاکی لفافہ نکال کر اس نے اریبہ کو دیا۔ (پکڑو بھی)

اس میں کیا ہے؟ اریبہ نے حیرت اور اشتیاق سے لفافے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ فلم ہے اور کیا چیز ہوگی اس میں۔
اچھا فلم، لیکن کون سی انڈین یا انگلش۔
ہے تو انگلش۔ کیا نام ہے فلم کا؟ اب کے اریبہ کا اشتیاق اور بھی بڑھ گیا۔
نام نوم کوئی نہیں ہے اس کا۔ بس تم لے جاؤ اور اسے دیکھنا ضرور۔
''میں بھائی سے کہوں گی وہ لگا دے گا۔ اس کو بھی انگلش فلمیں بہت پسند ہیں اکثر بازار سے لا کر دیکھتا ہے۔ اریبہ نے فلم پکڑتے ہوئے کہا۔''
''بیوقوف بھائی سے مت کہنا۔'' تانیہ نے اپنا سر پیٹا۔ تم خود اکیلے میں دیکھنا۔ تانیہ نے آہستگی سے اس کو سمجھایا۔
''اریبہ ابھی تک کچھ نہیں سمجھ سکی تھی۔ تبھی ناسمجھی سے بولی۔ ایسا کیا ہے اس فلم میں؟''
''اوہو تم سوال بہت کرتی ہو جیسے میں نے تمہیں بتایا ہے تم ویسے کرنا۔ جب دیکھو گی تو تمہیں خود معلوم ہو جائے گا۔ اب اس کو جلدی سے بیگ میں ڈال لو تا کہ کوئی دیکھ نہ لے۔ فلم اس کے ہاتھ سے لے کر اس نے خود اریبہ کے بیگ میں ٹھونس دی۔''

☆☆

آؤ آ وعاصم مجھے صبح ہی سے تمہارا انتظار تھا۔ سیٹھ ارمان بیش قیمت صوفے میں دھنسا سگار کا کش لیتے ہوئے اس کو دیکھ کر خوش دلی سے بولا۔
میرا انتظار کس لیے کیا جا رہا ہے سیٹھ صاحب۔ پیسے کی فراوانی کے ساتھ اس کے اعتماد میں بھی بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔ کل کا عاصم کسی سے نظر ملا کر بات نہیں کر سکتا تھا جب کہ آج کا عاصم ہر ایک کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتا تھا بلکہ مدمقابل کو چت کرنے کے ہنر سے آشنا ہو چکا تھا۔

تمہیں میرے ساتھ کام کرتے ہوئے ڈیڑھ سال ہو چکا ہے۔ ملک کے ہر بڑے شہر میں ہونے والی ڈیل کو تم ہی نے فائنل کیا ہے۔ اس کے علاوہ مال پہنچانے کی ذمہ داری بھی تمہاری ہی ہے.....

''لیکن اب..... کچھ دیر رک کر سیٹھ ارمان نے سگار کا دھواں منہ سے نکالا جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔ نظریں حاصم کے چہرے پر مرتکز تھیں۔ کچھ توقف کے بعد وہ دوبارہ گویا ہوا۔''

''میں نہیں چاہتا ہوں کہ پولیس کی نظر تم پر پڑے اسی لیے میں نے سوچا ہے کہ تمہیں کچھ عرصے کے لیے باہر بھجوا دوں۔ بس تم ایسا کرو کہ جلدی سے تیاری شروع کر دو۔ ایک ماہ کے لیے تم دبئی چلے جاؤ۔ باقی یہاں کی تم فکر نہ کرنا۔ یہاں کے لیے میں نے ایک نیا بندہ ڈھونڈ لیا ہے۔''

''آپ نے تو سارے فیصلے بالا بالا ہی کر لیے سیٹھ صاحب! کم سے کم مجھ سے پوچھ تو لیتے۔ درحقیقت اسے سیٹھ ارمان سے اس بات کی توقع نہ تھی اور نہ ہی وہ اپنے بہن بھائیوں اور ماں کو چھوڑ کر کہیں جانا چاہتا تھا۔''

سیٹھ ارمان اس کی بات سن کر چونک پڑا اور خاصی حیرت سے اسے دیکھ کر پوچھا تو کیا تم انکار کر دو گے؟ انکار تو میں نہیں کروں گا لیکن آپ کو میری وفاداری پر بھی یقین ہونا چاہیے۔ آپ نے اس طرح بغیر پوچھے فیصلہ کر لیا اگر میری مرضی نہ ہو تو میں انکار بھی کر سکتا ہوں۔

سیٹھ ارمان نے اس کی بات سن کر ایک گہری نگاہ اس پر ڈالی اور خاصے چبھتے ہوئے لہجے میں بولا۔ اوہو! تو اب تمہارے بھی پر نکل آئے ہیں۔ تم میں اتنی ہمت آ گئی ہے کہ تم ہم سے آنکھیں ملا کر بات کر سکو۔ یہ مت بھولو کہ تمہیں اس مقام تک لانے میں صرف اور صرف میرا ہاتھ ہے۔ ورنہ تمہاری اوقات تو زمین پر رینگنے والے کیڑے سے زیادہ نہیں تھی۔

اس کی بات سن کر حاصم کے تن بدن میں ایک آتش فشاں بھڑک اٹھا لیکن خود کو بمشکل قابو کرتے ہوئے بولا۔

''آج اگر میں اس مقام پر ہوں تو اس میں صرف اور صرف میری اپنی محنت شامل ہے۔ کئی دفعہ پولیس کی چوکیوں سے پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر نکلا ہوں۔ جان ہتھیلی پر رکھ کر تمہارا مال کسٹمرز تک پہنچایا ہے اور وہ بھی ہر دفعہ ایک نیا حربہ آزما کر۔ بعض دفعہ تو پولیس والے مال کے قریب پہنچ جاتے تھے۔ تم تو اس آرام دہ کمرے میں بیٹھ کر صرف آرڈر لگاتے ہو لیکن محنت مجھے کرنی پڑتی ہے۔ کوئی بھیک نہیں لیتا ہوں میں تم سے۔ آئندہ ایسی بات مت کرنا ورنہ بہت پچھتاؤ گے۔''

دھمکی دے کر وہ ابھی کمرے کے دروازے تک پہنچا ہی تھا کہ اپنے عقب میں اسے سیٹھ ارمان کی غراہٹ بھری آواز سنائی دی۔

"مجھے معلوم تھا تم جیسے نمک حرام اور غدار یہی کرتے ہیں اسی لیے تم جیسے لوگوں کی کمزوریاں تو میں سب سے پہلے پکڑتا ہوں میں میرے پاس تمہارے خلاف سارے ثبوت موجود ہیں بمع تصویروں کے میں چاہوں تو ایک منٹ میں تمہیں جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈلوادوں لیکن تمہارے اتنے عرصے کام کرنے کا لحاظ کر رہا ہوں۔ کل شام تک کا وقت ہے تمہارے پاس سوچ لو کہ تمہیں کیا کرنا ہے آزادی یا پھر جیل کی کال کوٹھڑی۔"

"عاصم نے ایک کینہ توز نگاہ سیٹھ ارمان پر ڈالی اور باہر نکل گیا۔ تو مجھے جیل کیا بھجوائے گا۔ جیل تو اب میں تجھے بھجواؤں گا۔ صحیح کہتے تھے تم مہندر چند کہ یہ شخص اپنا مطلب نکلنے پر گرگٹ کی طرح رنگ بدلے گا آج تک تمہیں صرف بے بس لوگ ہی ملے ہوں گے لیکن اب کے تمہارا ٹاکرا عاصم کمال سے ہوا ہے جو تمہاری اس برسوں کی بنائی ہوئی شان و شوکت کو ایک پل میں مٹی میں ملا دے گا۔ اپنے دل میں پلاننگ کرتا وہ گاڑی میں بیٹھ کر مہندر چند کے آفس کی جانب چل پڑا۔"

"تم نے بہت اچھا کیا جو میرے پاس چلے آئے۔ میں نے تو تمہیں اس دن اسی لیے کارڈ پکڑایا تھا کہ سیٹھ ارمان ایک دن تمہارے ساتھ یہی حشر کرے گا۔ اس نے یہ صرف تمہارے ساتھ ہی نہیں کیا جو بھی بندہ اس کے گلے میں ہڈی بن کر اٹکنے لگتا ہے۔ وہ اس کو یوں ہی اپنے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔ اب جب اس نے دیکھا کہ تمہارا اثر و رسوخ بننا شروع ہو چکا ہے۔ بلیک مارکیٹ میں تمہارا ایک نام ہے تو اس کینہ پرور شخص کو یہ سب کیسے گوارا ہوتا کہ اس کا ایک معمولی سا آدمی اس کے سر پر چڑھ جائے۔ مہندر چند نے تفصیل سے اس کو ساری بات بتائی جس سے فی الوقت عاصم آگاہ نہیں تھا۔"

"لیکن سر میں ان ثبوتوں کی وجہ سے زیادہ پریشان ہوں جو سیٹھ ارمان کے پاس موجود ہیں۔ یہ ثبوت میرے لیے کسی بھی پریشانی کا باعث بن سکتے ہیں۔ عاصم کے لہجے سے فکر و پریشانی جھلک رہی تھی۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ میرے پاس بہت سے ایسے بندے ہیں جو چٹکیوں میں تمام ثبوت سیٹھ کے لاکر سے نکال لائیں گے۔ اس نے کل شام تک کا وقت دیا ہے اور کل تک تو بہت کچھ بدل چکا ہوگا۔"

جس طرح ہاتھوں کی لکیریں ایک پل میں بدل جاتی ہیں آنکھوں کو کسی غیر مرئی نقطے پر مرکوز کیے مہندر چند زہریلی مسکراہٹ لبوں پر سجائے ہوئے بولا اور شاید اس مسکراہٹ میں کسی کے لیے بربادی چھپی ہوئی تھی۔

☆☆

کل تم آئی نہیں میں سارا دن کالج میں بور ہوتی رہی۔ چھٹی کرنی تھی تو مجھے بتا دیتی میں بھی کالج نہ آتی۔ تانیہ آتے ہی اس پر چڑھ دوڑی۔ جبکہ اریبہ بیزاری سے ایک جانب منہ بنائے بیٹھی رہی۔

''یہ تمہارا تھوبڑہ کیوں سوجا ہوا ہے جیسے کسی سے پٹ کر آئی ہو۔''

''کچھ نہیں بس طبیعت خراب تھی۔ مختصر سا جواب دے کر وہ خاموش ہو گئی۔''

''خیر یہ بتاؤ تم نے فلم دیکھی، کیسی لگی تانیہ نے اشتیاق سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔''

اریبہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور خاصے طنزیہ انداز میں بولی۔ تم ایسی لڑکی ہو مجھے معلوم نہیں تھا۔ اس طرح کی بیہودہ فلمیں دیکھتی ہو وہ بھی ایک لڑکی ہو کر۔ میں تو پانچ منٹ بھی نہ دیکھ سکی اور تم.....

''میں تو.....سو واٹ یار جس سوسائٹی سے ہم تعلق رکھتے ہیں وہاں پر ہر چیز ممکن ہے۔ تم ان لڑکوں کو نہیں دیکھتی کیسے عیاشیاں کرتے ہیں۔ سگریٹ، شراب، شباب۔ کون سا کام ہے جو یہ لوگ نہیں کرتے۔ وہ خاصے تنفر سے بول رہی تھی۔''

''تم لڑکوں کے ساتھ کیوں مقابلہ کرتی ہو۔ ہمارے معاشرے کا ایک لوئر مڈل کلاس کا مرد بھی اتنا ہی با اختیار ہے جتنا کہ ایک اپر کلاس کا مرد ہو سکتا ہے۔ جبکہ ہماری سوسائٹی کی ہائی کلاس سے تعلق رکھنے والی عورت بھی اتنی ہی بے بس اور مجبور ہے جتنی کہ ایک لوئر کلاس کی عورت ہوتی ہے۔ بات تو صرف طبقاتی فرق کی ہے لیکن اگر عورت بھی اپنی شرم و حیا اور اپنے نسوانی وقار کو پس پشت ڈال کر مرد کے ساتھ مقابلہ کرنے نکل پڑے کہ وہ جو کچھ بھی کر رہا ہے وہ میں بھی کروں گی تو وہ کس قدر بری لگے گی یہ سب کرتے ہوئے۔ اریبہ پر زور انداز میں اپنے دلائل بیان کر کے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔''

اس کے جواب میں تانیہ کے منہ سے جو بات نکلی اسے سن کر تو اس کا جی چاہا کہ وہ اس کا یا اپنا سر پھاڑ لے۔

''تم نے فلم پوری کیوں نہیں دیکھی۔ واقعی یار بہت زبردست فلم ہے۔ تم ایک بار پوری دیکھو تو سہی تمہیں بہت مزہ آئے گا۔ تمہیں ایسا لگے گا کہ اس لڑکی کی جگہ تم خود ہو۔''

''چھی کس قدر گندی باتیں کرتی ہو تم اگر تمہیں ایسی ہی باتیں کرنی ہیں تو مجھے اپنی اور تمہاری اس دوستی پر نظر ثانی کرنا پڑے گی۔ میں ایسے لوگوں کے قریب سے بھی نہیں گزرتی ہوں، سمجھی تم۔ اریبہ نے سختی

سے اسے ڈانٹ دیا۔ جبکہ تانیہ بھی اپنی جگہ پر شرمندہ سی ہوگئی تھی۔"

"اچھا چھوڑو اس بات کو تمہیں پسند نہیں ہے تو ناں سہی۔ یہ بتاؤ نیٹ استعمال کرتی ہو۔"

"مجھے کمپیوٹر کھولنا بھی نہیں آتا ہے۔ نیٹ تو بہت دور کی بات ہے۔ وہ افسوس سے سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"کیوں کیا وجہ ہے؟ تانیہ نے ایک مرتبہ پھر کریدا۔"

"ویسے ہی بھائی سیکھنے نہیں دیتے کہتے ہیں کہ لڑکیوں کو یہ سب کچھ سیکھ کر کیا کرنا ہے۔"

اریبہ ایک بات تو بتاؤ تم لوگ شروع سے ہی ویل آف فیملی سے تعلق رکھتے ہو یا اب تمہارے پاس پیسا آیا ہے۔ آئی مین کہ تمہارے باپ دادا بھی اسی طرح ہائی سوسائٹی سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ اس کے سوال کا مطلب سمجھ گئی تھی لیکن پھر بھی اس نے سچ بولنے کی ٹھان لی اور خاصے دھیمے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"میں اچھی طرح جانتی ہوں تانیہ کہ تم یہ سوال کیوں پوچھ رہی ہو۔ مجھے بھی یہ کہنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ آج سے چند برس قبل تک ہماری فیملی کا تعلق بھی مڈل کلاس سے تھا۔ ہمارے گھر میں تو دو وقت کی روٹی کے لیے فاقے ہوتے تھے۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے پاس ہر چیز ہے لیکن پھر بھی میں اپنی حدود اور اپنی اخلاقیات کو نہیں بھولی۔ ہم ہائی سوسائٹی کا حصہ ضرور بنے ہیں لیکن اس سوسائٹی میں کیے جانے والے کام، میں تو کبھی بھی نہیں کر سکتی حالانکہ میں نے دیکھا ہے کہ یہاں پر پڑھنے والی ہر لڑکی نے دو یا تین بوائے فرینڈ بنا رکھے ہیں۔ موبائل فونز کا غلط استعمال کرتی ہیں۔ ڈیٹ پر جاتی ہیں اور بہت سی تو اپنی نسوانی حیا کو بھی بہت خوشی سے پامال کرتی ہیں۔ یہ سب دیکھتی ہوں تو مجھے بہت دکھ ہوتا ہے کہ آج کی عورت نے اپنے آپ کو ایک کھلونا بنا لیا ہے کہ کوئی بھی مرد اس سے کھیلے اور آگے بڑھ جائے۔ لڑکیاں اپنی مرضی سے یہ سب کچھ کرتی ہیں۔ وہ ایک لمحے کے لیے خاموش ہو کر اپنے ہاتھوں کو تکنے لگی۔"

"آئی ایم سوری یار میں نے تو صرف اس لیے پوچھا تھا کہ تم پر جو پابندیاں لگی ہیں کہیں اس کی وجہ.....نہیں۔"

''مجھ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہ صرف میرے ماں باپ کی تربیت ہے جو ہر غلط قدم اٹھنے پر میرے قدم روک لیتی ہے۔ اس نے بات کاٹ کر اس کی غلط فہمی کو دور کیا۔''

''اچھا تم نیٹ سیکھنے تو آیا کرو گی ناں میرے گھر پر۔''

''میں وعدہ نہیں کرتی البتہ کوشش ضرور کروں گی۔''

کوشش وغیرہ کچھ نہیں تم بس روزانہ ایک گھنٹے کے لیے میرے ساتھ چلا کرو۔ تمہارے ہی فائدے کی بات ہے۔ زندگی میں کام آئے گی۔ ہر قسم کی انفارمیشن تمہیں گھر بیٹھے مل جایا کرے گی۔ اتنے تو فائدے ہیں اب تو تمہیں انکار نہیں کرنا چاہیے۔ تانیہ کے اصرار پر ناچار اسے حامی بھرنا پڑی۔

☆☆

''ویلڈن عاصم تم نے وہ کام کر دکھایا ہے جو کوئی بھی نہیں کر سکا۔ سیٹھ ارمان بلیک مارکیٹ کا شہنشاہ مانا جاتا تھا اور تم نے ایک ہی پل میں اس کو چت کر کے جیل کی کال کوٹھڑی میں بھجوا دیا وہ بھی عمر قید کی صورت میں۔ مہندر چند کی خوشی اور جوش سے لبریز آواز کمرے میں گونج رہی تھی لیکن اصل چیز تو وہ ثبوت تھے جو تم نے اکٹھے کیے اس کے کالے دھندوں کے اور بلیک منی کو وائٹ کرنے کے۔ تم نے یہ سب کب سے اکٹھے کرنے شروع کر دیے تھے۔''

''یہ سب میں نے سیٹھ ارمان کے پاس کام کرنے کے چند ماہ بعد ہی سے شروع کر دیا تھا کیونکہ اس شخص کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ جس بندے سے اس کو خطرہ ہو وہ اس کو دنیا سے اٹھا دیتا ہے۔ اس کی فطرت تو اس سانپ کی طرح تھی کہ جس کے قریب اگر کوئی نقصان پہنچانے کے ارادے سے نہ بھی جائے تب بھی اس کو کاٹے گا۔ یعنی یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ کسی بھی شخص کا دشمن ایک پل میں بن سکتا ہے۔''

درست کہتے ہو تم۔ ڈیڑھ دو سال میں تم نے اس کی فطرت کے بارے میں بالکل درست اندازہ لگایا ہے۔ تم واقعی بہت ذہین ہو اور ذہین لوگوں کی میں بہت قدر کرتا ہوں۔ مہندر چند توصیفی انداز میں اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔

صوفے پر بیٹھے عاصم نے مہندر چند کے ریمارکس ایک تفاخر بھری مسکراہٹ کے ساتھ قبول کیے حالاں کہ اس لمحے تو وقت بھی اس پر ہنسا تھا۔

''میرا خیال ہے کہ اب کچھ کام کی بات کرلی جائے۔ مہندر چند نے کچھ پیپل نکال کر میز پر رکھے۔ ہمارے کام کرنے کا طریقہ سیٹھ ارمان کے طریقے سے کچھ مختلف ہے۔ اس کی تو بڑی بڑی سامیوں کے ساتھ ڈیلنگز ہوتی تھیں جب کہ میرا اس معاملے میں اتنا اثر ورسوخ نہیں ہے۔ میں صرف اندرون ملک ہی ڈیل کرتا ہوں بیرون ملک کے لیے زیادہ سرمائے کی ضرورت ہے جو فی الوقت میرے پاس نہیں ہے لیکن ایک دو غیر ملکی پرائیویٹ فلم کمپنیوں سے میرے معاہدے ہوئے ہیں اور ان میں، میں نے پیسہ انویسٹ کیا ہے مجھے امید بلکہ یقین ہے کہ یہ پیسہ مجھے ڈبل ہو کر ملے گا۔''

''فلم کمپنیوں سے آپ کے کیسے معاہدے ہیں؟ میرا مطلب ہے کہ فلمیں تو ایک طرح سے لک پر چلتی ہیں اگر باکس آفس پر کلک کر گئی تو فائدہ ہی فائدہ ورنہ انویسٹرز کو زیادہ تر نقصان ہی اٹھانا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ ہماری فیلڈ بھی نہیں ہے۔ تو پھر ہم کیسے؟ وہ کچھ متذبذب سا ہو کر بولا۔''

مہندر چند اس کی بات سن کر ہلکا سا مسکرایا اور خاصے رازدارانہ انداز میں بولا۔

''میں ان عام فلموں کی بات نہیں کر رہا ہوں..... ایک لمحے کا توقف کر کے وہ دوبارہ گویا ہوا۔ میں پورنوگرافی کی بات کر رہا ہوں سمجھ گئے ناں؟ ہینسمل کو میز پر بجاتے ہوئے وہ عاصم کا چہرہ نوٹ کرنے لگا۔''

''واٹ پورنوگرافی! عاصم نے تعجب اور حیرانگی کے ساتھ دہرایا۔'' لیکن آپ کو یہ آئیڈیا کس نے دیا۔

اس میں آئیڈیے کی کیا بات ہے۔ آج دنیا کا کون سا ملک ایسا ہے جہاں پر یہ فلمیں نہ بنتی ہوں بلکہ عام فلموں کی نسبت ان کی تیاری اور مارکیٹ تک رسائی بہت زیادہ ہے اور ان فلموں کو دیکھنے والے ناظر کی تعداد بھی عام فلموں سے کسی طور کم نہیں۔ سب سے اہم بات یہ کہ ان فلموں میں انویسٹرز کو منافع ہو یا نہ ہو لیکن گھاٹا کبھی نہیں ہوتا بلکہ جتنا لگایا جائے اس سے دوگنا ہی ملتا ہے۔ مہندر چند آہستہ آہستہ ساری تفصیل بیان کرتا جا رہا تھا۔''

''لیکن سر مجھے کیا کرنا ہوگا؟ عاصم نے سوالیہ نظریں اس پر گاڑ کر پوچھا۔''

''تمہیں صرف مختلف ویڈیو شاپس سے ان فلموں کے آرڈر کلیکٹ کرنا ہوں گے۔ جتنے زیادہ آرڈر ہوں گے، سمجھو اتنا ہی زیادہ منافع اور باقی جو دوسرا کام ہے وہ اپنی جگہ پر چلتا رہے گا۔''

''ٹھیک ہے پھر میں کل سے اپنا کام اسٹارٹ کرتا ہوں لیکن معاوضہ میں اپنی مرضی کا لوں گا۔ اس نے اٹھتے ہوئے حتمی انداز میں معاوضے کی بات کی تا کہ مہندر چند کوئی بحث نہ کر سکے۔ مہندر چند نے چند لمحے پُرسوچ نظریں اس پر جمائیں پھر ڈن کہہ کر اوکے کر دیا۔''

''اوکے پھر میں چلتا ہوں کل ملوں گا۔'' اس کے باہر جاتے ہی مہندر چند کا خاص دست راست وکی اندر داخل ہوا اور ایک نظر باہر جاتے عاصم پر ڈال کر مہندر چند سے مخاطب ہوا۔

''سر آپ کو نہیں لگتا کہ آپ نے ایک خطرناک شخص کو اپنے گروہ میں شامل کر لیا ہے۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو۔ عاصم خطرناک ضرور ہے لیکن اس کے ساتھ وہ بہت عقل مند بھی ہے اور اس کی یہ عقل مندی ہمارے کاروبار کے لیے بہت سود مند ثابت ہوگی۔ تم دیکھنا پچھلے سات برسوں میں ہمارے کاروبار نے جتنی ترقی کی ہے اتنی ترقی عاصم کی وجہ سے صرف ایک سال میں ہو جائے گی۔ بہت بڑا فن کار ہے یہ لڑکا۔''

''آپ کی بات اپنی جگہ درست ہے لیکن اس نے اپنے محسن کو نہیں بخشا جس نے اسے پاؤں پر کھڑا ہونا سکھایا۔ اس نے اس شخص کو اپنے راستے سے ہٹا دیا تو پھر آپ''

''تم اپنی جگہ درست کہہ رہے ہو لیکن سیٹھ ارمان کو اپنے راستے سے میں نے ہٹوایا ہے کیوں کہ جب تک وہ رہتا ہمارے آگے بڑھنے کے چانسز بالکل صفر تھے۔ قسمت مجھ پر مہربان تھی کہ عاصم کی سیٹھ ارمان سے تلخ کلامی ہو گئی اور غصے میں وہ میرے پاس چلا آیا اور میں نے اس کے غصے کو ہوا دے کر اپنے راستے کا سب سے بڑا کانٹا ہٹا دیا۔''

''سب سے بڑا کانٹا۔ میں سمجھا نہیں۔'' وکی نے ناسمجھی کی کیفیت میں اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''بلیک مارکیٹ میں سیٹھ ارمان کا بہت بڑا نام تھا اور اس کے ہوتے ہوئے میرے کبھی بھی آگے بڑھنے کے چانسز نہیں تھے۔ میں کافی عرصے سے پلاننگ کر رہا تھا کہ کسی طرح سیٹھ ارمان کو اپنے راستے سے ہٹا دوں اور قسمت نے مجھے عاصم کی صورت میں وہ مہرہ فراہم کر دیا جس کی چال سے میں نے اس بے تاج بادشاہ کو شکست دی اور جہاں تک عاصم کی بات ہے اس کو بھی میں ایک مہرے کی طرح

استعمال کروں گا لیکن میں اتنا بیوقوف نہیں ہوں کہ سیٹھ ارمان کی طرح اس کے خلاف صرف کاغذی ثبوت اکٹھے کر کے بیٹھ جاؤں۔'' تم یہ لے لو، اتنا کہہ کر مہندر چند نے میز کی دراز سے ایک جدید قسم کا چھوٹا سا ہینڈی کیم نکال کر سامنے رکھا۔ تم یہ ہینڈی کیم لے جاؤ اور جب بھی عاصم کسی پارٹی کو مال دینے جائے تم اس کو اس کیمرے میں مقید کر لینا۔ یہ سب کس طرح کرنا ہے اس میں سارا کمال تمہاری مہارت کا ہوگا۔ کیمرہ اس کو پکڑاتے ہوئے مہندر چند نے اپنے پلان سے آگاہ کیا۔''

''ٹھیک ہے سر آپ فکر نہ کریں یہ کام میں ایسی مہارت سے کروں گا کہ عاصم کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔''

''گڈ مجھے تم سے یہی توقع ہے۔ ہمیں اس کی طرف سے بہت محتاط ہو کر کام کرنا ہے۔ میں نہیں چاہتا ہوں کہ اس کو ہمارے خلاف ذرا سا بھی شک ہو جائے۔''

آپ بالکل فکر نہ کریں آخر اتنا عرصہ آپ کے ساتھ گزارا ہے آپ کو پہلے کبھی کوئی شکایت ہوئی ہے؟

شکایت نہیں ہوئی اسی لیے کہہ رہا ہوں۔ ٹھیک ہے اب تم جاؤ۔

''مہندر چند، تمہیں تمہاری پلاننگ میں کبھی کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ جو گیم تم میرے ساتھ کھیلنے جا رہے ہو وہ میں نے الٹا تمہارے اوپر نہ ڈال دیا تو میرا نام بدل دینا۔ یہ مہرہ اب تمہیں برباد کر دے گا۔ باہر دروازے کے ساتھ کھڑے عاصم نے ایک زہر خند نگاہ بند دروازے کی جانب ڈالی اور خاموشی کے ساتھ باہر نکل گیا۔''

☆☆

''ارے ماں آپ ابھی تک جاگ رہی ہیں۔ رات کو ڈیڑھ بجے عاصم تھکا ہارا گھر میں داخل ہوا تو ماں کو ٹی وی لاؤنج میں صوفے پر بے آرامی سے بیٹھے دیکھ کر ان کے قریب چلا آیا۔''

''کیا بات ہے ماں طبیعت تو ٹھیک ہے آپ کی؟ وہ تشویش سے ان کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر چیک کرتے ہوئے بولا۔''

''مجھے کیا ہوگا بیٹا ٹھیک ہوں میں۔ بس اولاد کی جانب سے دل کو کھٹکا لگا رہتا ہے۔ ماں ہوں ماں اس لیے اولاد کی طرف سے بے چینی کسی پل بھی چین نہیں لینے دیتی۔

اماں میں نے آپ کو بتایا تو تھا کہ رات کو مجھے کچھ دیر ہو جائے گی۔ آپ میری طرف سے فکر نہ کیا کریں۔
بیٹا میں تیری طرف سے فکر مند نہیں ہوں۔ تو میرا سب سے لائق اور قابل بیٹا ہے۔ تو نے تو میرا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔ میں تو بہت خوش قسمت ماں ہوں کہ تجھ جیسا بیٹا میری کوکھ سے پیدا ہوا۔
اس وقت اماں کی آنکھوں میں فخر و مان کا ایک سمندر موجزن تھا۔ جب کہ ان کی بات سن کر عاصم ایک لمحے کو شرمندہ ہو گیا۔ ضمیر کی چبھن ایک بار پھر شروع ہو چکی تھی۔ جس کو روکنا اس کے بس میں نہیں تھا۔
بیٹا تم سارا دن گھر سے باہر رہتے ہو اور گھر میں کیا ہو رہا ہے یہ تا کر میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی۔ اسی لیے جب تک ہو سکا اس بات کو چھپائے رکھا لیکن اب پانی سر سے گزر چکا ہے۔ باپ کے بعد تم ہی اس گھر کے سربراہ ہو اور تمہارا حق بنتا ہے کہ تم اپنے چھوٹے بھائی کو کسی بھی غلطی پر روکو یا اس کی سرزنش کرو۔
اماں نے غیر مبہم الفاظ میں شاید زوہیب کی کوئی بات کی تھی۔ کیا بات ہے اماں؟ کیا زوہیب نے کوئی حرکت کی ہے؟ عاصم کے لہجے سے بھی بھائی کا ذکر سن کر پریشانی جھلکنے لگی تھی۔
بیٹا، زوہیب ساری ساری رات گھر سے باہر رہتا ہے۔ رات کو کس وقت آتا ہے یہ تو مجھے بھی معلوم نہیں۔ بوڑھی عورت ہوں کب تک جاگ کر اس کا انتظار کروں۔ اسی لیے تھک ہار کر اپنے کمرے میں چلی جاتی ہوں۔ صبح کو اگر کچھ پوچھوں تو بدتمیزی سے جواب دیتا ہے۔ آدھا دن تک تو سویا رہتا ہے۔ روحیل بتا رہا تھا کہ اس نے اپنی پڑھائی بھی چھوڑ دی ہے کہہ رہا تھا کہ جس یونیورسٹی میں اس نے داخلہ لیا تھا وہیں پر اس کی دوستی امیر گھرانوں کے ایسے لڑکوں سے ہو گئی تھی جو یونیورسٹی کا ماحول خراب کرنے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی برائیوں میں ملوث ہیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔ اس کو دیکھ کر مجھے پتہ نہیں کیوں یہ ڈر لگنے لگا ہے کہ وہ کچھ غلط کر رہا ہے۔ تم بڑے بھائی ہو اسے پیار سے سمجھاؤ تمہاری بات مان جائے گا۔ میں کچھ پوچھوں تو ٹھیک سے جواب نہیں دیتا۔ پتہ نہیں کیوں بات نہیں کرتا مجھ سے۔ اماں کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔
اماں آپ کیوں رو رہی ہیں۔ چلیں اٹھیں میں آپ کو آپ کے کمرے میں چھوڑ آؤں۔ انہیں کاندھے سے پکڑ کر نرمی سے ان کے کمرے میں لا کر لٹا دیا اور نیند کی ایک گولی کھلا کر ان کا سر دبانے لگا۔
بیٹا! میں نے آتے ہی تمہیں پریشان کر دیا۔ اماں کچھ شرمندہ سی ہو کر بولیں۔
اماں یہ میرا گھر ہے اور اگر گھر کے کسی فرد کا رویہ خراب ہے تو اس کی وجہ جاننا میرا فرض ہے آپ آرام سے بے فکر ہو کر سو جائیں اور اپنی ساری فکریں ایک طرف رکھیں۔ میں پوچھتا ہوں اس سے کہ وہ یہ حرکت کیوں کر رہا ہے؟

سر دباتے دباتے اماں گوی کے زیر اثر غنودگی میں چلی گئیں۔ڈاکٹر نے اماں کو کسی بھی قسم کی ٹینشن لینے سے منع کیا تھا۔ان کا بلڈ پریشر اکثر ہائی رہتا تھا۔اسی لیے اس نے نیند کی گولی دے کر سلا دیا تھا۔کمبل کو اچھی طرح اوڑھا کر وہ آہستگی سے دروازہ بند کر کے باہر نکل آیا۔

ٹی وی لاؤنج کے صوفے پر پاؤں پھیلا کے زوہیب کا انتظار کرنے لگا۔ڈھائی بج چکے تھے۔اسی طرح نیم دراز حالت میں کب نیند آ گئی۔اس کو پتہ نہ چلا۔ ہلکے سے کھٹکے کے ساتھ دروازہ کھلنے کی آواز پر عاصم کی ایک دم آنکھ کھلی اور نظریں فی الفور کلاک کی جانب اٹھ گئیں۔صبح کے پانچ بج رہے تھے۔

چند لمحوں کے بعد دروازے سے زوہیب کا چہرہ برآمد ہوا جو کہ بہت احتیاط سے دروازہ کھول کر ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔لیکن کمرے کے درمیان عاصم کو کھڑا دیکھ کر اس کی آنکھیں ایک پل کو حیرت سے کشادہ ہو گئیں۔اگلے ہی لمحے خود کو سنبھال کر وہ عاصم کے قریب سے گزرنے لگا جو کہ خاصی برہمی سے اس کو گھور رہا تھا۔

''کہاں سے آ رہے ہو اس وقت۔کمرے میں عاصم کی بارعب اور سخت کی آمیزش لیے ہوئے آواز گونجی۔اس دوران زوہیب خود کو کافی حد تک سنبھال چکا تھا۔اسی لیے نارمل سے لہجے میں بولا۔''

''وہ.....میں اپنے دوستوں کے ساتھ تھا۔ایک فرینڈ کی برتھ ڈے تھی اس لیے کچھ دیر ہو گئی۔''

''یہ برتھ ڈے ہر روز ہوتی ہے۔میں نے سنا ہے کہ تم ہر روز رات کو بلکہ صبح کو گھر واپس آتے ہو۔اس کے سامنے کھڑے ہو کر عاصم نے اس کے چہرے کو گھورتے ہوئے پوچھا۔''

آپ سے کس نے کہا یہ سب؟

''تم یہ بتاؤ کہ میں درست کہہ رہا ہوں یا نہیں؟عاصم نے ایک پل اس کی آنکھوں میں جھانکا جو بے حد سرخ ہو رہی تھیں۔''

''غلط کہا ہے آپ سے جس نے بھی کہا ہے۔اس نے ڈھٹائی سے جھوٹ بولا۔''

''اوہو بہت خوب تو اب تم نے جھوٹ بولنا بھی شروع کر دیا۔عاصم نے طنزیہ نگاہیں اس پر ڈال کر پوچھا۔''

اس کی یہ بات سن کر ایک لمحے کے لیے زہریلی سی مسکراہٹ زوہیب کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی اور کچھ جتائے ہوئے لہجے میں بولا۔ اس دنیا میں جھوٹ کون نہیں بولتا۔ یہاں تو لوگ بڑے بڑے جھوٹ بول کر لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ کسی کو کچھ بھی پتہ نہیں چلے گا۔

''میں جو پوچھ رہا ہوں تم اس کا جواب دو۔ اتنی رات تک تم باہر کیا کرتے رہتے ہو۔'' نجانے کس خیال کے تحت اس نے آگے بڑھ کر اس کا منہ سونگھا اور اگلے ہی پل ایک تکلیف دہ انکشاف سے اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ غصے کی ایک شدید لہر اس کے اندر ابھری۔

اس نے ایک زناٹے دار تھپڑ زوہیب کے چہرے پر رسید کر دیا۔ طمانچے سے وہ ایک پل کے لیے اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور صوفے پر گر گیا۔ اگلے ہی لمحے وہ آنکھوں میں تنفر لیے ہوئے صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''تم..... تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا۔ غصے میں اس کے منہ سے کف اڑنے لگا تھا۔''

''تو اب نشے میں تم آداب بھی بھول گئے ہو لیکن اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ اس طرح کے رویے سے اپنی برائی پر پردہ ڈال لو گے تو یہ تمہاری بھول ہے۔ اصل بات بتاؤ کس بازاری عورت کے پاس اپنی غیرت، شرافت اور اخلاق کا جنازہ نکال کر آئے ہو۔''

اس کی بات سن کر ایک لمحے کے لیے زوہیب کے چہرے کی رنگت متغیر ہوئی اور اگلے ہی پل خود کو نارمل کرتے ہوئے بولا۔

ہوا میں تیر نہ چلائیں ایسا کچھ نہیں کیا ہے میں نے۔ لہجے کی لڑکھڑاہٹ ہنوز باقی تھی۔

''ہونہہ کچھ نہیں کیا ہے۔ دنیا دیکھ رکھی ہے میں نے بھی لیکن ایک بات یاد رکھنا اگر مجھے پتہ چل گیا ناں کہ تم کسی غلط کام میں ملوث ہو تو میں تمہیں لتا لتکا کر جوتے مارنے سے بھی گریز نہیں کروں گا۔ عاصم کو اس وقت اتنا غصہ اور برہمی تھی کہ ایک لمحے کے لیے زوہیب خاموش ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں جلتی چنگاریاں اسے خوف زدہ کر گئی تھیں۔ چلو دفع ہو جاؤ اپنے کمرے میں صبح بات کروں گا تم سے۔ اٹھا کر عاصم نے اسے کمرے کی طرف دھکیلا۔''

☆☆

دس منزلہ عمارت کی خوبصورت بلڈنگ کا گلاس ڈور دھکیل کر عاصم اندر داخل ہوا۔ مہندر چند کا آفس اسٹاف اپنی ڈیوٹی پر موجود تھا۔ دنیا کے دکھاوے کو اس نے انٹرنیشنل فرم بنا رکھی تھی جس سے بہت سے لوگوں کا روزگار بندھا ہوا تھا۔ لیکن در پردہ اس کا کام منشیات کی فروخت اور پورنوگرافی کو ملک بھر میں سپلائی کرنے کا تھا۔ عاصم سیدھا تھرڈ فلور کے تیسرے کمرے میں داخل ہو گیا جہاں مہندر چند وکی کے ساتھ بیٹھا کسی پلان پر ڈسکس کر رہا تھا۔ اس کو دیکھ کر دونوں ہی خاموش ہو گئے۔"

"آؤ، آؤ عاصم کیسے آنا ہوا؟ مہندر چند چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجاتے ہوئے بولا۔"

"بہت بڑی خوش خبری لے کر آیا ہوں مہندر سیٹھ۔ بیلجیئم کی ایک بہت بڑی کمپنی کے ساتھ ڈیل فائنل کر کے آیا ہوں۔ انہیں ہماری کمپنی کی بنی ہوئی پورنوگرافیز کی ایک بہت بڑی کھیپ چاہیے۔ کم سے کم چار پانچ کروڑ کا فائدہ ہوگا۔ اصل میں آپ نے جن تین غیر ملکی کمپنیوں کے ساتھ کنٹریکٹ سائن کیے ہیں ان کا شمار دنیا کی چند مقبول ترین کمپنیوں میں ہوتا ہے اور کچھ میرے اپنے لنک تھے کہ آج ہمیں اتنا بڑا انٹرنیشنل آرڈر ملا ہے۔ مہندر چند کی حالت قابل دید تھی۔ چار پانچ کروڑ کا سن کر اس کی آنکھیں لالچ اور ہوس سے پھیل گئی تھیں۔ خوشی اور جوش کے مارے اس کے منہ سے بے ربط الفاظ نکل رہے تھے۔"

"اچھا کب..... کب تک آرڈر مکمل کرنا ہے۔ کنسائنمنٹ کیسے فائنل کی تم نے۔"

"کنسائنمنٹ فائنل کرنا آج کل کون سا مشکل ہے مہندر سیٹھ خاص طور پر کسی غیر ملکی کمپنی سے۔ فیکس اور انٹرنیٹ کس مرض کی دوا ہے۔ وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے آرام دہ حالت میں اس کے چہرے کے تاثرات کو جانچ رہا تھا۔ ہمارے پاس ایک ماہ ہے مہندر سیٹھ اسی لیے تم آج ہی ان کمپنیوں سے رابطہ کرو اور ہماری ڈیمانڈ بتا دو۔ اس دوران وکی کو مہندر چند نے باہر جانے کا اشارہ کر دیا تھا۔"

"کیا منگواؤں تمہارے لیے چائے، کافی۔ مہندر چند خوشامدی انداز میں اس کی جانب دیکھ کر بولا۔"

"اتنی بڑی خوش خبری لے کر آیا ہوں اور تم خالی چائے کافی پر ٹرخا رہے ہو۔"

''ہاں ہاں تو تم بتاؤ کیا پیو گے ابھی حاضر ہو جاتا ہے۔''

''آج تو وہ اسپیشل چیز ہونی چاہیے سیٹھ جو تم اکثر پیتے ہو۔ عاصم نے گہری نگاہ سے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔''

''کیوں نہیں، کیوں نہیں اور اٹھ کر آفس کے ساتھ بنے کیبن میں داخل ہو کر ایک قیمتی امپورٹڈ شراب کی بوتل اٹھا لایا۔''

''سیٹھ خوش خبری میں لے کر آیا ہوں تو جام بھی میں خود ہی تیار کروں گا۔ بوتل اس کے ہاتھ سے لے کر وہ چھوٹی ٹیبل کے پاس چلا آیا جبکہ مہندر چند کوئی اعتراض کیے بغیر اپنی کرسی پر واپس آ کر بیٹھ گیا۔''

روم فریج سے برف کے کیوب نکال کر گلاس میں ڈالتے ہوئے اس نے ایک لمحے کے لیے نظر بچا کر وہ خاص گولی ایک گلاس میں ڈال دی۔ گلاسوں کو لبالب شراب سے بھر کر اس نے ایک گلاس لا کر مہندر سیٹھ کو دیا اور دوسرا گلاس لے کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

آج کا جام ہماری پہلی کامیابی کے نام۔ مہندر چند نے گلاس سے گلاس ٹکرا کر ایک ہی سانس میں اسے خالی کر دیا جب کہ عاصم بڑی پراسرار مسکراہٹ کے ساتھ اسے شراب پیتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اس کا گلاس ابھی تک ویسے ہی بھرا پڑا تھا۔ ہزار برائیاں ہونے کے باوجود بھی اس نے آج تک شراب کو چکھا بھی نہیں تھا۔ اب بھی اس نے ایک پلان کے تحت مہندر چند کو شراب پینے کا کہا تھا۔ اچھا مہندر سیٹھ اب میں چلتا ہوں۔ عاصم اٹھتے ہوئے بولا۔

ارے کچھ دیر بیٹھ جاؤ ابھی تو تم آئے ہو اور تم نے تو اپنا گلاس بھی خالی نہیں کیا۔

کوئی بات نہیں سیٹھ اسے بھی تم میری طرف سے پی لو۔ چلتا ہوں، پرسوں ملوں گا۔ باہر آ کر اپنی گاڑی میں بیٹھتے ہی اس کا ایک فلک شگاف قہقہہ گونجا اور کئی لمحے گونجتا رہا۔ تم بہت بڑا کھلاڑی سمجھتے تھے ناں خود کو اب دیکھنا شطرنج کی اس بساط پر تمہیں مات ہونے والی ہے۔ اڑتالیس گھنٹے صرف اڑتالیس گھنٹے میں تمہاری زندگی کی کہانی ختم ہو جائے گی۔ کسی کو بھی پتہ نہیں چل سکے گا کہ تمہاری موت کس طرح واقع ہوئی۔ ہر کوئی یہ سمجھے گا کہ تمہیں ہارٹ اٹیک ہوا ہے لیکن اصل میں تو زہر کی گولی نے اپنا کام دکھانا ہے پھر تمہارے بعد اس امپائر کا میں مالک بن جاؤں گا۔ وکی جیسے مہروں کو راستے سے ہٹانا کون سا

مشکل کام ہے۔عاصم دو دن انتظار کرلو پھر تمہیں آسمان کی بلندیوں پر جانے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔خود ہی بڑبڑاہٹ کے انداز میں بولتے ہوئے اس نے گاڑی سٹارٹ کر کے آگے بڑھادی۔

☆☆

''تانیہ مجھے آن لائن چیٹنگ کرنا بہت مشکل لگتا ہے۔میری ٹائپنگ کی رفتار بہت سست ہے کیا کروں؟اریبہ فکرمندی سے مانیٹر پر نظریں جمائے اس سے پوچھ رہی تھی۔''

''نو پرابلم یار۔تم بس پریکٹس کرتی رہو۔ابھی تمہیں میں ای میل کرنا بھی سکھاؤں گی۔یہ سب آہستہ آہستہ سیکھتے ہیں ورنہ تو کوئی بھی پوائنٹ ذہن میں نہیں رہتا ہے۔تانیہ اسے ساتھ ساتھ بتاتے ہوئے عملی طور پر کر کے بھی سمجھا رہی تھی۔''چلو بس آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔میں نے ملازمہ سے چائے کا کہا تھا۔باہر لان میں چل کر پیتے ہیں۔وہ کمپیوٹر بند کرتے ہوئے بولی۔

''تانیہ مجھے دیر ہو رہی ہے۔میرا خیال ہے کہ میں اب چلتی ہوں۔چلی جانا ڈرائیور چھوڑ آئے گا۔آؤ تھوڑی دیر باہر بیٹھتے ہیں۔موسم بھی کیا غضب کا ہو رہا ہے۔''

باہر موسم اب آلود ہو رہا تھا۔ہلکی ہلکی بارش کے بعد چلنے والی ٹھنڈی ہوا روح تک کو معطر کر رہی تھی۔لان میں لگے ہوئے ہزار ہا قسم کے پھولوں کی دل آویز مہک اس کی روح میں اترتی جا رہی تھی۔اس نے ایک گہری سانس لے کر خوشبو کو اپنے اندر اتارا۔

چائے کے دوران ہی تانیہ کے ماموں زاد کزن عفان کی گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہوئی۔تانیہ نے اسے دیکھ کر دور سے ہی ہاتھ ہلایا جب کہ اریبہ کو اسے دیکھ کر ایک عجیب سی بے چینی اور گھبراہٹ ہونے لگی۔اس شخص کی نظریں اس قدر بے باک اور پُرہوس تھیں کہ اریبہ کو اس کی جانب دیکھتے ہی اس سے کراہیت ہونے لگی اوپر سے اس کی باتیں اس قدر کھلی ڈلی تھیں کہ اس کی ہتھیلیوں سے پسینہ نکلنے لگا۔اب اس نے واپس جانے کی ٹھانی اور تانیہ سے ڈرائیور کو بلانے کے لیے کہا۔

''ارے اریبہ جی ابھی ہم آئے ہیں اور آپ جا رہی ہیں کچھ دیر تو بیٹھ جائیں۔آپ تو ہمیں دیکھتے ہی بھاگنے کی کرنے لگیں۔کچھ دیر ہم بھی دیدار یار کرلیں۔پُرہوس نظروں سے اس کے چہرے اور سراپے کو دیکھتے ہوئے وہ اریبہ کو مخاطب کرنے کی کوشش کر رہا تھا جب کہ اریبہ نے کسی بھی قسم کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا اور تانیہ سے بولی۔اچھا تانیہ میں چلتی ہوں کل ملوں گی۔''

یار کچھ دیر تو بیٹھ جاتی۔ تانیہ نے پھر اصرار کیا۔ اب اریبہ کے لیے ایک منٹ بھی یہاں رکنا دشوار تھا۔

''آئیں اریبہ جی ہم آپ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ عفان نے ایک بار پھر فری ہونے کی کوشش کی۔''

''جی نہیں تھینک یو، رکھائی سے اسے ٹکا سا جواب دے کر وہ آگے بڑھ گئی۔''

یار تانیہ تمہاری یہ دوست کچھ مغرور اور اکڑو نہیں ہے۔ اپنے عقب میں اسے عفان کی آواز سنائی دی اور وہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گئی۔

☆☆

''زوہیب آج پھر رات کو گھر پر موجود نہیں تھا۔ تین گھنٹے تک ٹی وی لاؤنج میں ٹہلتے ٹہلتے اس کی ٹانگیں شیل ہو چکی تھیں لیکن آج شاید اس کا ارادہ رات بھر گھر سے باہر رہنے کا تھا۔ رات بھر گھر سے باہر وہ کیا کرتا ہے؟ یہ سوال اس کے ذہن میں کسی ناگ کی مانند کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ کسی خیال کے تحت وہ اس کے کمرے میں چلا آیا کہ شاید کمرے سے کوئی ایسی چیز مل جائے جس سے اس کے باہر رہنے کی کوئی وجہ معلوم ہو۔ سب سے پہلے اس نے سائیڈ بیڈ کی درازیں کھنگالیں جہاں سے کوئی خاص قابل ذکر چیز اسے نہیں ملی سوائے چند ایک ڈائریوں کے جن میں زیادہ تر فون نمبرز مختلف ناموں کی لڑکیوں کے تھے۔ ڈائریاں ایک جانب رکھ کر وہ اس کی وارڈ روب کی جانب بڑھا۔ شاید بھول کر یا کسی اور وجہ سے چابی لاک میں لگی ہی لٹکی رہ گئی تھی۔ پہلے خانے میں کوئی بھی خاص چیز نظر نہیں آئی۔ اسے بند کر کے اس نے دوسرا خانہ کھولا۔ سب سے اوپر والے شیلف میں ہزار قسم کی ٹائیاں، موزے اور رومال وغیرہ پڑے تھے لیکن درمیان والے شیلف کو دیکھ کر ایک پل کے لیے وہ حیرت سے گنگ رہ گیا۔ پوری شیلف ویڈیو کیسٹ سے بھری پڑی تھیں۔ اس نے ایک کیسٹ اٹھا کر اس کا نام پڑھا اور اگلا لمحہ اس کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔ پورا شیلف پورنوگرافیز سے بھرا پڑا تھا۔ زوہیب کیا یہ سب کچھ بھی دیکھتا ہے؟ ایک سوال اس کے اندر گونجا۔ ہم اس ملک میں پورنوگرافیز کو اس قدر عام کر دیں گے حاصم کہ ملک کا ہر نوجوان مغربی نوجوانوں کی طرح سیکس میں ڈوب جائے گا۔ ہمارے اس کاروبار کی کامیابی کی وجہ صرف اور صرف یہ نوجوان نسل ہے۔ ان ہی کی وجہ سے ہمارا کاروبار ترقی کرے گا، بڑھے گا، پھلے پھولے گا۔ مرنے سے ایک دن پہلے مہندر چند کی کہی ہوئی بات اس کے لاشعور میں گونجی۔ اس نے فوراً الماری کا

تیسرا خانہ بھی کھولا۔ یہاں بھی ڈھیر سارے کپڑے پڑے ہوئے تھے۔ سب سے نیچے والے شیلف میں دو تین جوڑے جوتوں کے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک نظر سارے خانوں پر ڈال کر دروازے کو بے دلی سے بند کیا لیکن دروازہ بند کرتے کرتے ایک عجیب سی مہک اس کے نتھنوں سے ٹکرائی۔ اس کسیلی کسیلی سی مہک کو تو وہ بہت اچھی طرح جانتا تھا۔ دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے ایک بار پھر الماری کا دروازہ کھولا اور سارے کپڑوں کو نکال کر زمین پر ڈھیر کر دیا۔ شیلف اندر سے خالی تھا۔ تبھی اس نے جھک کر جوتوں والا خانہ دیکھا اور تمام جوتے باہر نکال کر شیلف کے اندر ہاتھ ڈالا تو ایک سیاہ رنگ کا لفافہ اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس نے لفافے کو کھینچ کر باہر نکالا اور وہیں پر بیٹھے بیٹھے کھول کر دیکھا تو اندر سے وہی سفید رنگ کی چھوٹی چھوٹی تھیلیاں برآمد ہوئیں جن کا کاروبار وہ پچھلے تین سال سے کر رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ آسمان شاید اس کے اوپر آن گرا ہے یا پھر وہ زمین کے اندر دھنستا جا رہا ہے۔ سینے میں دم جیسے گھٹنے لگا۔ رگوں میں خون کی رفتار کم ہو چکی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ کچھ بھی نہیں کر پائے گا۔ کسی معذور اپاہج شخص کی طرح بے بس، مجبور ہو چکا ہے۔ وہ جس کے سامنے اس کی زندگی، اس کی خواہشیں، اس کے منصوبے اور اس کی عقل سب کچھ ختم ہوتی جا رہی ہے اور وہ کچھ نہیں کر پا رہا ہے۔ کمرے میں ہیروئن کی کڑوی کسیلی اور ناگوار سی مہک پھیلی ہوئی تھی۔ جو اس کے اعصاب کو بری طرح متاثر کر رہی تھی۔ اس نے بے جان ہاتھوں سے تمام چیزیں الماری میں واپس رکھیں اور تھکے ہوئے قدموں سے چلتا ہوا لاؤنج میں آ کر صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ سینے میں سانس کسی دھونکنی کی مانند چل رہی تھی۔ جیسے میلوں دور سے بھاگتا ہوا آیا ہو۔ وقت کا انصاف شروع ہو چکا تھا۔ جو رب نے پہلے ہی مختص کر دیا تھا ہر انسان کے اعمال و افعال کے مطابق کم نہ زیادہ۔"

☆☆

"تانیہ مجھے تمہارا یہ کزن بہت برا لگتا ہے۔ انتہائی چیپ اور لوفر شخص ہے۔ اریبہ منہ بناتے ہوئے بول رہی تھی۔"

واقعی مجھے تو نہیں لگتا۔ بس ذرا موڈی ہے۔ زندگی کو انجوائے کرنے کے ہنر سے آشنا ہے اور کچھ ہنسوڑ مزاج بھی ہے۔ تانیہ اس کی بات کی نفی کرتے ہوئے عفان کی تعریفوں میں رطب اللسان تھی۔

ہاں تم تو کہو گی کیونکہ وہ تمہارا کزن ہے حالاں کہ تم کبھی اس کی آنکھیں دیکھو ذرا جو شرافت ہو ان میں۔ یوں دیدے پھاڑ پھاڑ کے دیکھتا ہے جیسے سالم ہی نگل جائے گا۔

اس کی بات سن کر تانیہ کے منہ سے ہنسی کا فوارہ نکل گیا۔تم تو خوامخواہ میں خار کھائے بیٹھی ہو۔بھئی اب ظاہر سی بات ہے لڑکے تو لڑکیوں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہی دیکھتے ہیں اگر وہ بھی لڑکیوں کی طرح آنکھیں جھکا کر شرمانے لگے تو ان سے شادی کون کرے گا۔ان لڑکوں کی ہمت ہوتی ہے کہ شرم سے سرخ ہوتی لڑکی سے شادی کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ورنہ ہمارے معاشرے کی لڑکی ساری عمر کنواری بیٹھی رہے۔

''کس قدر غلط اور بیہودہ بات کرتی ہو۔لڑکیوں کو اتنا بیباک نہیں ہونا چاہیے چہرے کی معصومیت اور نور ختم ہو جاتا ہے۔''

''اچھا بس نصیحت بی بی چپ ہو جاؤ۔اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید بولنے سے روک دیا۔''

''میں چلتی ہوں۔اپنا بیگ اور دوپٹہ سنبھالتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔تم بھی میرے ساتھ مارکیٹ چلتی تھوڑی سی شاپنگ ہی کر لیتے تانیہ نے چلتے چلتے آفر کی۔''

نہیں تانیہ کل یونیورسٹی میں منتقلی ٹیسٹ ہے اور مجھے اس کی تیاری کرنی ہے۔میں کیسے جا سکتی ہوں؟ تم ابھی جا رہی ہو مارکیٹ۔چلتے چلتے رواروی میں وہ پوچھ بیٹھی۔

نہیں ابھی تو یونیورسٹی سے آئی ہوں فریش ہو کر آدھ گھنٹے تک نکلوں گی۔اسے اللہ حافظ کہہ کر وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ڈرائیور بھی کافی دیر سے اس کا منتظر تھا۔گاڑی مین روڈ پر آتے ہی اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائی۔یہ تانیہ کس قدر بے باک لڑکی ہے۔میں نجانے کیوں اس سے دوستی ختم نہیں کر سکی ہوں حالانکہ وہ میرے مینٹل لیول کی بھی نہیں ہے پھر بھی میں اس سے روز ملتی ہوں۔شاید اس کے اندر یہ بے باکی اس کے ماحول کی ودیعت ہے۔کتنا تو سمجھا چکی ہوں اس لڑکی کو لیکن غلط بات کرنے سے باز نہیں آتی۔سوچوں کے ریلے میں بہتے ہوئے کب اس نے اپنی سیٹ پر ہاتھ مار کر اپنے نوٹس تلاشنے چاہے۔تب اس نے چونک کر اپنا بیگ ٹٹولا لیکن وہ بھی خالی تھا۔میرے زولوجی کے نوٹس کہاں گئے۔پریشانی سے پیشانی کو مسلتے ہوئے وہ سوچنے لگی۔شاید تانیہ کے ہاں رہ گئے ہیں اب کیا کروں۔پندرہ منٹ کی ڈرائیو باقی تھی آج اگر نوٹس نہ ملے تو کل کے ٹیسٹ کی تیاری مشکل تھی۔اس نے کلائی پر بندھی گھڑی پر ٹائم دیکھا۔ابھی تانیہ گھر پر ہی ہوگی۔کچھ سوچ کر اس نے گاڑی دوبارہ اس کے گھر کی طرف موڑنے کے لیے ڈرائیور کو کہہ دیا۔گاڑی کو باہر کھڑا کر کے وہ تیز قدموں سے اندر کی جانب بھاگی۔ڈرائنگ روم میں ہی اس کا ٹکراؤ عفان سے ہو گیا جوٹی وی لگائے بیٹھا تھا۔اسے دیکھ کر ایک پل کو اس کے قدم اپنی جگہ پر تھم گئے جبکہ اریبہ کو دیکھ کر عفان کی آنکھوں میں ایک خاص چمک لہرائی تھی۔ایسی چمک جیسے کسی درندے کی آنکھوں میں اپنا شکار دیکھ کر پیدا ہو جاتی ہے۔اس کی نظروں سے خائف ہوتے ہوئے اس نے

ایک اجنبی نظر اس پر ڈالی اور تانیہ کے کمرے کی جانب بھاگی۔ دروازہ کھول کر جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئی تو پورا کمرہ بھائیں بھائیں کر رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر باتھ روم کا دروازہ چیک کیا جو کھلا ہوا تھا۔ باتھ روم کا دروازہ بند کر کے اس نے کمپیوٹر ٹیبل پر نظر دوڑائی جس کی سائیڈ پر اس کے نوٹس رکھے ہوئے تھے۔ اس نے فوراً آگے بڑھ کر نوٹس اٹھائے اور جیسے ہی مڑی تو دروازے کے بیچوں بیچ عفان کو کھڑا دیکھ کر اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اس نے آگے بڑھ کر دوسری سائیڈ سے نکلنا چاہا لیکن اس نے اریبہ کا بازو پکڑ کر اپنے قریب کر لیا۔ اس کھینچا تانی میں اریبہ کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ چھوڑو مجھے، تانیہ کہاں ہے؟ اپنی کلائی چھڑاتے ہوئے اس نے چیخ کر پوچھا۔ کبھی ہمارے بارے میں بھی پوچھ لیا کرو جان من۔ ہر روز تو تمہارے دیدار کے لیے یہاں آتا ہوں اور تم ہو کہ ہمیں منہ لگانا بھی گوارا نہیں کرتی ہو۔ جذبات سے بوجھل آواز میں وہ اس کے چہرے کے قریب اپنی گرم سانسیں چھوڑتے ہوئے بولا۔ چھوڑو مجھے ورنہ میں چلاؤں گی۔ اریبہ نے اپنی طرف سے دھمکی دی۔ کچھ فرق نہیں پڑتا ہے جان کیونکہ تمہاری چیخوں کو سننے والا اس گھر میں میرے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ تانیہ تو کب کی مارکیٹ نکل چکی ہے اور اس کی مما ایک سیمینار میں شرکت کے لیے لاہور گئی ہیں۔ آج مجھے کون روکے گا۔ اسے گھسیٹ کر بیڈ پر پھینکتے ہوئے اس نے دروازہ لاک کیا اور اریبہ اچھل کر ایک کونے سے جا لگی۔ اس کے ارادے دیکھ کر اریبہ نے زور زور سے رونا شروع کر دیا۔ جیسے ہی عفان اس کے قریب آیا اس نے جھک کر دوسری طرف جانے کی کوشش اور اسی کشمکش میں اس کا دوپٹہ عفان کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ دوپٹہ ایک طرف پھینکتے ہوئے وہ دوبارہ اس کی طرف لپکا۔

شیطان کا داؤ چل چکا تھا۔ آج ایک اور بنت حوا ابن آدم کی ہوس کا شکار بننے جا رہی تھی۔ تقدیر بھی محو تماشہ تھی۔

☆☆

''بکواس بند کرو ذلیل انسان کس قدر ڈھٹائی سے اعتراف کر رہے ہو جیسے کوئی قابل فخر کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ تمہیں اس لعنت کی لت لگائی کس نے مجھے بتاؤ میں اس کا خون پی جاؤں گا۔ آنکھوں میں آگ کے شعلے برساتے لہجے میں وہ زوہیب سے مخاطب تھا۔ اس کی بات سن کر ایک طنزیہ مسکراہٹ زوہیب کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی اور خاصے کاٹ دار لہجے میں بولا۔''

''مجھے اس لت میں کسی اور نے نہیں بلکہ خود تم نے لگایا ہے، ہاں تم نے۔''

''کیا کہا میں نے؟ حاصم نے حیرت سے اس کی بات سن کر کہا۔ تم اپنی غلطی میرے سر تھوپ رہے ہو۔ وہ کسی قدر تاسف زدہ لہجے میں بولا۔''

''آپ کیا سمجھتے ہیں مجھے کچھ علوم نہیں ہے آپ نے یہ سب کیسے حاصل کیا ہے۔ یہ گاڑیاں، بنگلہ، بینک بیلنس، یہ شان و شوکت سب کچھ اس زہر کی بدولت ہے جو آپ نے اس ملک کی نوجوان نسل کی رگوں میں اتارا ہے۔''

اماں آپ جانتی ہیں، آپ کا یہ لائق، ہونہار، قابل فخر سپوت منشیات فروش ہے۔ ایک ڈرگ ڈیلر ہے۔ کالے دھندوں کی دنیا میں آپ کا بیٹا ڈان کی حیثیت رکھتا ہے۔ جو شخص بھی ان کی حیثیت کو چیلنج کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ اس کو دنیا ہی سے اٹھا دیتے ہیں۔ زوہیب نے پاس بیٹھی اماں کو اس کی ساری حقیقت بتا دی جس کو وہ ہر کسی سے چھپاتا آیا تھا۔ جبکہ اماں آنکھوں میں دکھ اور اذیت کی کیفیت لیے اس کو تک رہی تھیں۔ چہرے پر بے یقینی کی لہریں لمحہ بہ لمحہ رقصاں تھیں۔ کچھ دیر کے بعد اماں کی درد میں ڈوبی ہوئی دھیمی سی آواز گونجی۔

''میں کسی کی بات پر یقین نہیں کروں گی حاصم تو اپنے منہ سے مجھے ایک بار بتا دے کہ سچ اور جھوٹ کیا ہے؟''

''اماں اب بھی اس کی جانب ایک امید کے ساتھ دیکھ رہی تھیں کہ شاید وہ یہ کہہ دے کہ اماں جو تم نے سنا وہ سب غلط ہے لیکن اس کو شرمندگی سے نظریں جھکائے خاموشی سے کھڑے دیکھ کر ان کے شک کی تصدیق ہو گئی تھی۔ آنکھوں میں کب سے روکے ہوئے آنسو جاری ہو چکے تھے۔ میں نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ جب تم ڈھیر کی صورت میں روپے گھر لے کر آتے تھے تو وہ پیسے حرام کی کمائی کے بھی ہو سکتے ہیں۔ میرے ذہن میں اس وقت یہ خیال کیوں نہ آیا کہ یہ بڑا سا گھر، گاڑیاں اور یہ سارا عیش و آرام سب کچھ ناجائز طریقے سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ماں تھی ماں۔ شاید اسی لیے بیٹے کی محبت میں اندھی ہو گئی تھی۔ آنسوؤں کی روانی نے ان کے کمزور جھریوں زدہ چہرے کو بھگو دیا تھا۔ آج اگر تو نے صحیح کام کیا ہوتا تو یوں ماں کے سامنے مجرموں کی طرح سر جھکا کر نہ کھڑا ہوتا۔ میں تجھے کبھی معاف نہیں کروں گی۔ تو نے ایک ماں کے اعتبار کا خون کیا ہے۔''

''تبھی حاصم نے تڑپ کر ماں کی جانب دیکھا اور خاصے کمزور سے لہجے میں بولا۔ اماں یہ سب میں نے اپنے بہن بھائیوں کے لیے کیا ہے۔ یاد نہیں ہے وہ دن جب ہم تین تین وقت بھوکے رہتے تھے اور کوئی ہمیں پوچھنے والا بھی نہیں ہوتا تھا۔ نہ کوئی اپنا، نہ کوئی غیر۔ ہر کوئی ہم سے اپنا تعلق ختم کر چکا تھا اور آج یہ سب لوگ ہمارے تلوے چاٹتے ہیں۔''

''نہیں تھا کوئی تو نہ ہوتا اگر تیرے بہن بھائی بھوکے مر رہے تھے تو مر جاتے تو نے ان کو حرام کے نوالے کی بجائے حلال کی کمائی کی سوکھی روٹی بھی کھلائی ہوتی تو آج تجھے یوں شرمندہ نہ ہونا پڑتا۔ نہ میرے سامنے اور نہ ہی اپنے بھائیوں کے سامنے۔ شدید غصے کی کیفیت میں ان سے ٹھیک طرح سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔''

زوہیب سے بڑے آفاق نے ماں کی حالت دیکھ کر آگے بڑھ کر کاندھوں سے تھام کر تسلی دی۔ اس سارے جھگڑے میں اب تک آفاق نے ایک خاموش کردار ادا کیا تھا۔ شاید اس کی فطرت ہی ایسی تھی۔ اپنے کام سے کام رکھنے کی۔

آپ فکر مت کریں انشاءاللہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا باقی کے فقرے اس کے منہ میں ہی رہ گئے کیونکہ سامنے کے منظر نے ایک پل کے لیے اس کے حواس چھین لیے تھے۔ شدید بے یقینی اور حیرت کے ساتھ وہ دروازے میں کھڑی اریبہ کو دیکھ رہا تھا۔ اریبہ اس کی سرگوشی نما آواز اتنی بلند تو تھی کہ کمرے میں موجود نفوس کو با آسانی سنائی دے گئی تھی۔ سب ہی نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا۔ جہاں لٹی پٹی سی اریبہ دروازے کا پٹ تھامے کھڑی تھی۔ سب سے پہلے عاصم ہی بھاگ کر اس تک پہنچا۔ کچھ دیر کے لیے تو وہ کچھ بول نہ سکا۔ کیا ہوا گڑیا، کس نے کی تمہاری یہ حالت، بتاؤ مجھے، میں اس کو جان سے مار ڈالوں گا۔ خاموش کیوں ہو بولو۔ اس کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے عاصم چیخ کر بولا۔

''یہ کیا بولے گی۔ یہ تو تیرا اکافات عمل ہے۔ جو آج اس روپ میں تیرے سامنے آن کھڑا ہوا ہے۔ میرے آنگن کی خوشیوں کو تیری ذات اور تیرا حرام کا پیسہ نگل گیا ہے۔ جس دکھ اور کرب میں تو لوگوں کو مبتلا کرتا رہا ہے آج وہی سارے دکھ اکٹھے ہو کر میری اولاد کو برباد کر رہے ہیں۔ ان سب کا قصوروار تو ہے عاصم صرف اور صرف تو۔ میں تجھے کبھی نہیں بخشوں گی کبھی بھی..... اتنا بول کر اماں دکھ اور صدمے کی کیفیت میں ہوش و حواس سے عاری ہوتی چلی گئیں اور بے ہوش ہو کر آفاق کی بانہوں میں جھول گئیں۔''

آفاق کو گھر پر اریبہ کا خیال رکھنے کا کہہ کر وہ خود اماں کو اسپتال لے کر چلا گیا۔ اسپتال میں اماں کو آئی۔ سی۔ یو میں رکھا گیا۔ ڈاکٹر کے مطابق انہیں شدید قسم کا نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔

ڈاکٹروں نے کوئی بھی بات چھپائے بغیر صاف لفظوں میں بتا دیا تھا کہ اماں کے بچنے کی امید بہت کم ہے۔ صدمے کا اثر ان کے دماغ پر ہوا ہے جس کی وجہ سے دماغ کی رگ بری طرح متاثر ہو چکی ہے۔

عاصم تنہا بے یار و مددگار اسپتال کے کوریڈور میں کھڑا تھا۔ اتنا پیسہ ہونے کے باوجود بھی وہ اپنی جنت کی زندگی نہیں بچا سکتا تھا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ ایک بار ماں کے پیروں کو چھو کر ان سے معافی مانگ

لے۔اس کی ماں اس سے ناراض تھی تو لگ رہا تھا کہ سارا جہاں اس سے خفا ہے۔ضمیر کے کوڑے تڑاتڑ دل ودماغ پر پڑ رہے تھے۔دماغ میں آوازوں کا شور تھا۔ایک ایک واقعہ کسی فلم کی طرح اس کی آنکھوں کے سامنے آنا شروع ہو چکا تھا۔کہاں پر اس نے زیادتی کی۔کہاں پر کسی کا حق مارا۔کس کی جان لی اور کسے زندگی بھر کے لیے مجبور اور بے بس کر دیا۔وقت نے بالآخر اس کو مات دے دی۔

دیوار کے ساتھ لگتے لگتے وہ اسپتال کے ٹھنڈے فرش پر بیٹھ گیا۔دل خون کے آنسو رو رہا تھا لیکن آنکھیں کسی بنجر ویران زمین کی طرح خشک تھیں۔وہ رونا چاہتا تھا۔دھاڑیں مار مار کر، چیخ چیخ کر لیکن اس کی آواز حلق میں گھٹ کر رہ گئی تھی۔یکا یک اس کی جیب میں رکھے موبائل کی ٹیون بجنا شروع ہو گئی۔کافی دیر تک وہ خالی الذہنی کی کیفیت میں موبائل کی جانب دیکھتا رہا اور تقریباً چھٹی یا ساتویں بیل پر اس نے بٹن او کے کیا۔دوسری جانب آفاق تھا۔

''اماں کی زندگی خطرے میں ہے آفاق ان کے بچنے کی امید بہت کم ہے،تم دعا کرو۔میں تو بہت گناہ گار ہوں شاید تمہاری دعا.....بات کرتے کرتے اس کی آواز بھیگ گئی۔''

دوسری طرف سے آفاق کی سرد اور جامد آواز ابھری۔''معلوم ہے مجھے جس ماں نے اتنی ذلت اٹھائی ہو وہ ٹھیک کیسے رہ سکتی ہے۔جس کا بیٹا منشیات کا دھندہ کرتا ہے،جس کی بیٹی کی عزت پامال کر دی گئی ہو جس کا بیٹا خود نشے کا عادی ہو چکا ہے تو وہ ماں زندہ رہنا بھی کب چاہے گی۔اچھا ہے اماں ہوش وحواس سے عاری ہو چکی ہے۔کم سے کم اب اسے اپنی بیٹی کی موت کا صدمہ تو نہیں جھیلنا پڑے گا۔

''بیٹی کی موت''۔عاصم ایکدم اچھل کر کھڑا ہو گیا۔کیا ہوا اریبہ کو۔بولو خاموش کیوں ہو تم۔اس کی خاموشی سے گھبرا کر عاصم چیخ پڑا۔

''چند لمحوں کے بعد آفاق کی پرنم اور لڑکھڑاتی ہوئی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی جس نے اس کی رہی سہی ہمت بھی اس کے وجود سے چھین لی۔اریبہ نے خودکشی کر لی ہے آفاق کا کہا ہوا فقرہ بار بار اس کے لاشعور میں گونج رہا تھا۔''

''فون کب کا بند ہو چکا تھا لیکن وہ ابھی تک اس کو کان سے لگائے کھڑا تھا۔کانوں میں جیسے شاں شاں کی آوازیں گونج رہی تھیں اور شور تھا کہ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔موبائل فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر ماربل کے فرش پر زوردار آواز سے گرا اور کئی ٹکڑوں میں بٹ کر دور تک بکھرتا چلا گیا۔''

''وہ ساکت وصامت اسی طرح دیوار سے لگا کھڑا رہا۔''نجانے کتنا وقت بیت گیا۔دو گھنٹے،تین گھنٹے یا پھر پوری رات۔صبح ہونے کی صدا جیسے ہی فضا میں گونجی اس نے چونک کر اماں کے کمرے کی جانب

دیکھا جہاں سے ایک ڈاکٹر بڑی مایوسی کے ساتھ سر ہلاتا ہوا باہر آیا اور اس کے قریب آ کر کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے رسمی سے الفاظ کہہ کر آگے بڑھ گیا۔

''آئی ایم سوری مسٹر عاصم ہم آپ کی والدہ کو بچا نہیں سکے۔'' اسے تو شاید پہلے ہی سے معلوم تھا کہ اماں اس سے ناراض ہے اور وہ ناراضی میں اس کو معاف کیے بنا ہی اس سے منہ موڑ گئی تھی کیونکہ وہ اپنی ماں کو بہت اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ اپنی کسی اولاد کو بھی غلط راستے پر چلتا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی اور اولاد بھی وہ جو انہیں بہت عزیز تھی۔

''آج اس عالی شان خوبصورت گھر میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے۔ وہ گھر جس کو خریدتے وقت میری آنکھوں میں کئی خواب تھے، امیدیں تھیں اور اچھے مستقبل کا یقین تھا لیکن آج میری دو دو عزیز ہستیاں مجھ سے روٹھ گئیں جن کے لیے میں اپنی جان دینے سے بھی گریز نہ کرتا۔ وہ دونوں منوں مٹی تلے سو چکی ہیں اور میں اس عالی شان سجے سجائے گھر میں تنہا بیٹھا ہوا ہوں۔ گھر میں اس قدر خاموشی اور ویرانی ہے کہ اتنی تو شاید کسی قبرستان میں بھی نہیں ہوگی۔ اس سناٹے میں میرا دل گھبرا رہا ہے۔ میرا دل شور ہنگامے کے لیے مچل رہا ہے لیکن میں اپنی جنت سی خوبصورت زندگی خود اپنے ہاتھوں اجاڑ چکا ہوں۔ آفاق مجھ سے نفرت کرتا ہے اور اسی نفرت میں وہ گھر چھوڑ کر چلا گیا ہے اور زوہیب پڑا ہوگا کسی پل کے نیچے یا کسی گٹر کے قریب نشے کی حالت میں حالاں کہ میں نے بہت چاہا کہ اس کا علاج کرواؤں لیکن وہ مجھے دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔ ماں کی ناراضی کا اثر اس قدر ہے کہ روز قبرستان جاتا ہوں۔ ماں سے جا کر معافیاں مانگتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ میری ماں نے مجھے معاف کر دیا ہے کیونکہ میں جب بھی اس کی قبر پر جاتا ہوں مجھے ایک عجیب سا سکون، ایک سرور ملتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ یہیں پر بیٹھا رہوں۔ اپنی ماں کے قدموں کے پاس اور زندگی تمام ہو جائے۔''

لیکن اس ظالم دنیا کے رسم و رواج اور اصول انسانوں کی خواہشوں کے آڑے ہمیشہ سے آتے رہے ہیں۔ جب تک حرام کا پیسہ میرے پاس رہا۔ مجھے لگتا ہے کہ جیسے کوئی میرے بدن کو نوچ رہا ہے۔ میرے جسم کے ریشے ریشے کو کھینچ رہا ہے۔ اسی لیے اپنا سارا پیسہ میں نے مستحقین میں بانٹ دیا اور خود ایک مسجد کی امامت سنبھال لی۔

''آج میں دنیا کا امیر ترین شخص ہوں کیونکہ میرے پاس سکون و اطمینان کی وہ دولت ہے جو دنیا میں ہر کسی کے پاس نہیں ہوتی۔''

⌘